ناولٹ
شیریں ملک

ناولٹ

شیریں ملک

"امی! پلیز دے دیں نا۔ اگر آپ نے مجھے پیسے نہ دیے تو آپ جانتی ہیں دوستوں کے سامنے میری کتنی سبکی ہوگی۔ میں نے ان سے پرامس جو کرلیا ہے کہ میں بھی ان کے پروگرام میں شامل ہوں گا۔ جو انہوں نے چاند رات کو رکھا ہے۔ آپ میری پوزیشن کو سمجھیں نا۔" احمر کتنی دیر سے اپنی امی کی منتیں کر رہا تھا۔ لیکن ان پر بالکل بھی اثر نہیں ہو رہا تھا اور وہ اسے یکسر نظر انداز کیے بڑی جانفشانی سے پالک کے پتے چن چن کر کاٹتی جا رہی تھیں۔

"امی! پلیز چند روپوں کی ہی تو بات ہے۔" وہ بڑی لجاجت سے بولا۔

"بیٹا جی! اگر بات چند روپوں کی ہوتی تو آپ کی امی ذرا دیر نہیں لگاتیں۔ لیکن بات ہے دس ہزار روپے کی۔ جس کی گنجائش میں کم از کم اس مہینے میں تو ہرگز نہیں نکال سکتی۔ کیونکہ عید پہ آنے والے اخراجات کے لیے میرے پاس جو رقم ہے' وہ بھی کم پڑ رہی ہے۔ تو میں تمہیں کہاں سے دوں؟ تم خود سمجھ دار ہو۔ تمہیں گھر کے حالات کو مد نظر رکھ کر اپنے دوستوں سے وعدہ کرنا تھا اور پھر مجھ سے فرمائش کرنی تھی۔ دو' چار ہزار کی بات ہوتی تو میں کچھ کرتی۔ لیکن تم نے تو منہ پھاڑ کر اکٹھے دس ہزار ہی مانگ لیے۔ یہ سوچے بغیر کہ اتنی بڑی رقم میں کہاں سے لاؤں گی۔ ابھی گھر والوں کے عید کے کپڑے بننے ہیں۔ چلو! میں اور تمہارے ابو تو جیسے تیسے گزارہ کرلیں گے۔ لیکن تم تینوں بھائیوں کے کپڑے تو بنوانے پڑیں گے نا اور ان شاء اللہ قربانی کرنے کا ارادہ بھی ہے۔ پھر سوچو لگی بندھی آمدنی میں اتنے اضافی اخراجات کے ساتھ میں تمہاری فرمائش کیسے پوری کروں؟" وہ بڑے مصروف سے انداز میں اسے ایسے سمجھا رہی تھیں۔ جیسے وہ سمجھ ہی تو جائے گا۔

"امی! اب یوں ناشکری تو نہ کریں۔ ابو کی اتنی اچھی پے ہے۔ کیا ہوا جو آپ اس میں سے میرے لیے کچھ رقم دے دیں تو...." بات ابھی اس کے منہ میں ہی تھی۔ لیکن شائستہ کی خشمگیں نظروں پہ اسے چپ ہونا پڑا۔

"تمہیں یہ معلوم ہے کہ تمہارے ابو کی پے کتنی اچھی ہے۔ لیکن شاید تمہیں یہ معلوم نہیں کہ تم تینوں بھائی کتنے اچھے تعلیمی اداروں میں پڑھتے ہو۔ سعد اور فہد کی تو چھوڑو۔ وہ تو ابھی فرسٹ ایر میں ہیں۔ لیکن تمہارے ایم بی اے پہ کتنا خرچ آرہا ہے۔ تمہیں شاید یہ اندازہ نہیں۔ تمہارے ہر سمسٹر کی فیس بھرنے کے لیے مجھے کتنی ضرورتوں سے منہ موڑنا پڑتا ہے۔ میں یہ بتاتی نہیں ہوں۔ لیکن گھر کا بڑا بیٹا ہونے کی حیثیت سے تمہیں احساس تو ہونا چاہیے نا؟ جب تم پہ ذمہ داریاں پڑیں گی تو تمہیں پتا چلے گا۔ یہ جیب میں آنے والی اچھی پے جب مختلف ضروریات کو پورا

کرتے ہوئے خرچ ہوتی ہے تو پھر اتنی اچھی نہیں لگتی۔" آخر میں وہ خود پہ مسکرائی تھیں۔ لیکن ان کی باتیں تو جیسے احمر کے سر سے گزرتی جارہی تھیں۔ وہ ابھی تک وہیں تھا، جہاں سے شروع ہوا تھا۔

"امی! سعد اور فہد کو کہاں جانا ہے۔ ان کے تو دوست بھی یہیں گلی محلے کے ہیں۔ لیکن آپ جانتی ہیں میرے دوستوں کا تعلق ایلیٹ کلاس سے ہے۔ ان کے ساتھ دوستی میں کچھ تو ان کی کلاس کا خیال رکھنا ہی پڑتا ہے نا۔ اسی لیے جب انہوں نے کسی اچھی جگہ چاند رات منانے کا پروگرام بنایا تو میں اس میں شامل ہونے سے انکار نہیں کرسکا۔" اب وہ اپنی امی کے سامنے اچھی جگہ کی وضاحت نہ کرسکا۔ آیا وہ کوئی کلب ہوگا یا کسی ہوٹل کا کیبن کیونکہ ابھی کچھ فائنل نہیں ہوا تھا۔

"امی! مجھے موقع کی مناسبت سے ڈریس اپ ہونے اور وہاں خرچ کرنے کے لیے ہی پیسوں کی ضرورت ہے۔ میرے دوست کوئی مجھ سے مانگ رہے ہیں۔ لیکن میرے پاس تو ہونے چاہئیں نا؟ ابھی تو میں آپ کو بہت کم رقم بتا رہا ہوں اور آپ ہیں کہ پھر بھی دینے میں تامل برت رہی ہیں۔"

شائستہ نے بڑے دکھ سے اپنے اس لاڈلے سپوت کو دیکھا۔ جو شاید شروع سے ہی خود غرض تھا۔ وہی اس کا بچپنا سمجھ کر در گزر کر جاتیں۔ لیکن آج اس کے خیالات نے انہیں بہت دل برداشتہ کیا تھا۔

"تمہیں کس نے کہا تھا کہ تم ہائی کلاس کے دوست بناؤ؟ تم نے اپنی حیثیت کیوں نہ دیکھی؟ تم بھی سعد اور فہد کی طرح گلی محلے کے ہی دوست بنالیتے تو آج یہ درد سر نہ مول لینا پڑتا۔۔۔ اور اگر دوست بن ہی گئے تھے تو دوستی کو یونیورسٹی تک محدود رکھتے۔ کیا ضرورت تھی ان کے ساتھ چاند رات منانے کی؟ اگر تم میں ذرا سی بردباری ہوتی تو اپنے بھائیوں اور والدین کے ساتھ خوشی مناتے۔ کیونکہ خوشی کو خوشی کی طرح ہی منانا چاہیے۔ اگر خوشی کو عیاشی سمجھ لیا جائے تو وہ اپنے معنی کھو بیٹھتی ہے۔ اگر ان دونوں میں فرق محسوس نہ ہو تو خود کو اور اپنے بھائیوں کو دیکھ لو۔ وہ کتنے پرسکون ہیں اور تم نے خود کو خوامخواہ ٹینشن میں مبتلا کر رکھا ہے۔ میرا تو یہی مشورہ ہے کہ اپنے دوستوں سے معذرت کرلو۔ ویسے تمہارا بہت بہت شکریہ۔ تمہیں معلوم ہے نا، پالک کی سبزی بنانا مجھے مشکل ترین کام لگتا ہے۔ لیکن تمہارے ساتھ باتوں میں احساس ہی نہیں ہوا اور سبزی بن گئی۔ اب میں اسے پکانے جارہی ہوں۔ تھینک یو بیٹا۔"

وہ پیار سے اس کے بال بکھیرتی اپنی سبزی کی ٹوکری اٹھائے کچن میں چلی گئیں اور احمر نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں گرالیا۔

☼ ☼ ☼

آج اتوار تھا اور وہ گھر پر ہی تھا۔ امی کے صاف انکار پر اسے غصہ تو بہت آیا۔ لیکن وہ کچھ کر بھی نہیں سکتا تھا۔ عید میں دن بھی بہت کم رہ گئے تھے۔ شام تک اپنے کمرے میں بے زاری اور کسل مندی سے لیٹے سوچتے ہوئے ایک دم سے اسے **عبیرہ** کا خیال آیا تھا اور وہ پرجوش ہوگیا تھا۔

"حیرت ہے یہ خیال مجھے پہلے کیوں نہ آیا۔" مسکراتے ہوئے اس نے جلدی سے منہ ہاتھ دھویا اور صرف پانچ منٹ میں وہ اپنے گھر سے نکل کر ساتھ والے گھر کی عادتاً" بیل بجاتے ہوئے اندر داخل ہوچکا تھا۔

اونچی آواز میں سلام کرتے ہوئے اس کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ کیونکہ سامنے ہی صحن میں بچھی چارپائی پہ طاہرہ خالہ بیٹھی پالک کاٹ رہی تھیں۔ شائستہ اور طاہرہ دونوں بہنوں کے گھر پاس پاس تھے۔ اسی لیے گھر کی ہر چیز کی خریداری ایک ساتھ ہی کرتی تھیں اور زیادہ تر ایک جیسی ہی کرتی تھیں۔ چاہے وہ سبزی ہی کیوں نہ ہو۔ اسی لیے دونوں گھروں میں تقریباً" ایک جیسی ہی چیزیں پکتی تھیں۔ پالک کو دیکھ کر

احمر مسکرائے بنا نہ رہ سکا۔
وہ چارپائی کے پاس رکھی کرسی پہ بیٹھتے ہوئے اس نے بڑی متلاشی نظروں سے اردگرد عبیرہ کو دیکھا۔
"میرا بیٹا آج بڑے دنوں بعد آیا ہے۔" طاہرہ نے بڑے پیار سے اپنے لاڈلے بھانجے کو دیکھا تھا۔
"بس خالہ جانی! آج کل کمبائن اسٹڈی کی وجہ سے دیر سے گھر آتا ہوں۔ اسی لیے یہاں کا چکر نہیں لگا سکا۔ آپ سنائیں کیا حال ہے اور گھر میں اتنی خاموشی کیوں ہے؟ باقی لوگ کدھر ہیں؟" خالہ کو یوں اکیلا دیکھ کر وہ پوچھے بنا نہ رہ سکا۔
"تمہاری بھابھی تو بچوں کو ساتھ لے کر میکے گئی ہے۔ میں نے کہا عید سے پہلے ہی میکے ہو آؤ۔ تاکہ عید ادھر ہی ہمارے ساتھ مناسکو۔ بچوں کے بغیر تو گھر گھر نہیں لگتا۔ اس لیے پہلے ہی ننھیال ملنے بھیج دیا۔ رہ گئی عبیرہ.... تو وہ اندر بیٹھی بچوں کے پیپرز اور کاپیاں وغیرہ چیک کر رہی ہے۔ تم بیٹھو، میں تمہارے لیے چائے بنا کر لاتی ہوں۔" طاہرہ سبزی والی ٹوکری اٹھائے کچن کی طرف جاتے ہوئے بولیں۔
"ٹھیک ہے خالہ جانی! میں اتنے میں عبیرہ سے مل لوں۔" وہ کہتے ہوئے کمرے میں آگیا۔ جہاں عبیرہ اپنے اردگرد پیپرز پھیلائے بڑی مصروف نظر آرہی تھی۔
"عبیرہ! تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ کوئی مجھے اگنور کرے تو مجھے کتنا برا لگتا ہے۔ میں کب سے آیا ہوا ہوں اور تمہیں اتنی توفیق نہیں ہوئی کہ تم ایک کپ چائے کا ہی پوچھ سکو۔" وہ دروازے میں کھڑا بڑی خوب صورت مسکراہٹ کے ساتھ گلہ کر رہا تھا۔
دوسری طرف عبیرہ اسے اپنے گھر دیکھ کر ہمیشہ کی طرح نہال ہو گئی۔
"تمہیں بھی اچھی طرح معلوم ہے کہ عبیرہ ساری دنیا کو اگنور کر سکتی ہے، لیکن تمہیں نہیں۔ مجھے تمہارے آنے کا پتا ہی نہیں چلا۔ ورنہ کوئی مصروفیت بھی تم سے اہم ہرگز نہیں۔"
وہ جلدی سے پھیلاوا سمیٹتے ہوئے بولی اور احمر بھی ہمیشہ کی طرح اس کے اظہار پر تفاخر کا احساس دل میں سموئے صوفے پر بیٹھ گیا۔
"اور سناؤ! تمہاری اسٹڈی کیسی جارہی ہے۔" وہ دوپٹا سر پر اچھی طرح جماتے ہوئے اپنی قمیص کی شکنیں ہاتھوں سے دور کرنے کی کوشش کرنے لگی۔
نجانے کیوں احمر کی وجیہہ پرسنالٹی کے سامنے اسے اپنی اچھی بھلی شکل و صورت بھی عام سی لگنے لگتی تھی۔ جبکہ احمر تو بڑے عام سے حلیے میں بھی یوں خاص لگتا کہ نظر اس پر ٹھہرتی ہی نہ تھی۔ ذہانت سے بھرپور اس کی ڈارک براؤن آنکھیں اسے سب میں ممتاز کرنے کے لیے کافی تھیں۔
"اسٹڈی تو دوڑ رہی ہے، لیکن میں خود ایک جگہ پہ آکر اٹک گیا ہوں۔ سوچا تم سے ہیلپ لے لوں۔" وہ تمہید کا قائل نہ تھا۔ جلد ہی اپنے مطلب پر آگیا۔
عبیرہ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔
"تم نے مجھے بتایا تھا جب سے اسکول میں تمہاری جاب لگی ہے۔ تم اپنی پے خالہ جانی کو دے کر کچھ سیونگ بھی کرتی ہو۔" عبیرہ ناسمجھی کے عالم میں سر ہلا کر رہ گئی۔
"مجھے دس ہزار کی اشد ضرورت ہے۔ تم دے دو۔ جب میرے پاس ہوں گے۔ میں تمہیں لوٹا دوں گا۔" بڑا ہی لٹھ مار سا انداز تھا۔
"تمہیں ایسی کیا ضرورت آن پڑی؟" عبیرہ تھوک نگلتے ہوئے بڑی مشکل سے بولی۔
"تمہارے لیے یہ کافی نہیں کہ میں تم سے مانگ رہا ہوں؟ "کیوں" اور "کیا" کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"
کشادہ پیشانی پہ ایک دم سلوٹوں نے اپنا جال بنا تھا۔ جو عبیرہ کو ہراساں کرنے کے لیے کافی تھا۔ اسے اندازہ ہی نہ تھا کہ احمر اس طرح کا مطالبہ کرنے والا ہے۔
عبیرہ ویسے تو ہر موقع پر اس کی مدد کرتی تھی۔ لیکن یوں اس نے کبھی نہیں کہا تھا۔ احمر کا جو بھی کام ہوتا، عبیرہ ماتھے پہ شکن لائے بغیر کرتی تھی۔ احمر کے

دوست وقت بے وقت بغیر بتائے آجاتے تھے۔ چونکہ خالہ اکیلی تھیں اور بیمار بھی رہنے لگی تھیں۔ اسی لیے احمر بغیر کسی ہچکچاہٹ کے عبیرہ کو ان کی خاطر تواضع کے لیے کہہ دیتا اور وہ اپنے سارے ضروری کام چھوڑ کر خالہ کے گھر آجاتی۔ اس کے کپڑے پریس کردینا' کمرے کی صفائی کرنا' اس کی پسند کی کوئی ڈش بنانا' حتیٰ کہ اس کے نوٹس اور اسائنمنٹ تک تیار کردینا۔

عبیرہ کو ان سب کاموں کی عادت سی ہوگئی تھی اور احمر کو حکم چلانے کی۔ اسی لیے آج عبیرہ کا پس وپیش کرنا احمر کو غصہ دلا گیا۔

"تم خاموش کیوں ہو؟ کیا پیسے خرچ کردیے ہیں؟" انداز میں عجیب ناگواری سی تھی۔

"نہیں احمر! ایسی بات نہیں۔ اصل میں عمر بھائی نے اس دفعہ پہلے سے کہہ دیا کہ اس عید پہ کوئی اضافی خرچ نہیں کرنا اور قربانی کرنی ہے۔ کیونکہ ابو کی ڈیتھ کے بعد ہم نے کافی عرصے سے قربانی نہیں کی اور اس اضافی خرچ سے مراد ہے کہ کسی کے بھی نئے جوتے اور کپڑے نہیں بنیں گے۔ امی' میں اور بھابھی تو ان کی بات سمجھ گئے۔ لیکن سنی' شانی اور پنکی تو بچے ہیں نا۔ وہ اس بات پر بجھ کر رہ گئے ہیں۔ کیونکہ ان کے معصوم ذہن اس جوڑتوڑ کو نہیں سمجھ سکتے۔ انہیں قربانی کرنے کی خوشی سے زیادہ نئے کپڑے نہ ہونے کا دکھ ہے اور پنکی تو باقاعدہ میرے پاس آکر رو پڑی کہ اس کی تمام فرینڈز نے عید کے لیے نئے کپڑے اور جوتے لے بھی لیے ہیں اور وہ اس کا مذاق اڑائیں گی۔ جب وہ چھوٹی عید والے کپڑے پہنے گی..... تو مجھ سے برداشت نہیں ہوا اور میں نے ان سے وعدہ کرلیا کہ میں ان دونوں کو عید کی شاپنگ کراؤں گی۔ ویسے بھی وہ سیونگ میں کون سا اپنے لیے کررہی تھی۔ اسی لیے تو کررہی تھی کہ ضرورت پڑنے پر سہولت ہوجائے گی اور اگر میری سیونگ سے بچے خوش ہوجاتے ہیں تو مجھے اور کیا چاہیے۔ میں ان سے وعدہ کرچکی ہوں۔ اس لیے تم کچھ اور انتظام کرلو....."

عبیرہ نے تفصیل بتاتے ہوئے ـــــ ڈرتے ڈرتے اس کی طرف دیکھا تھا۔ لیکن دوسری طرف احمر سے یہ سب کچھ برداشت نہیں ہوا۔ وہ عبیرہ جو اس کی ہر بات پر ایمان لانا اپنا فرض سمجھتی تھی۔ آج اس کا انکار احمر کو غصہ دلانے کے لیے کافی تھا۔

"لیکن تم تو بڑے یقین سے یہ دعوا کرتی ہو کہ میں تمہارے لیے سب سے زیادہ اہم ہوں تو پھر تم ان بچوں کو مجھ پر فوقیت دے کر کیوں اپنے الفاظ کی نفی کررہی ہو؟"

بڑا ہی شاہانہ سا انداز تھا۔ جیسے سامنے کوئی حقیر سی رعایا ہو اور بڑی حقارت سے باز پرس کی جارہی ہو۔ جبکہ عبیرہ بڑے دکھ سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس نے احمر کو اتنی تفصیل اس لیے بتائی تھی کہ وہ اس کی بات کو سمجھ سکے۔ لیکن وہاں تو خود غرضی اور خود پسندی کا یوں غلبہ تھا کہ وہ الٹا عبیرہ سے جواب دہی کررہا تھا۔

"احمر! وہ بچے تمہارے بھی تو کچھ لگتے ہیں۔ تم ایسے کیوں بی ہیو کررہے ہو؟ وہ اداس ہوں تو کیا تمہیں اچھا لگے گا؟" وہ احمر کے برعکس بڑے نرم لہجے میں بول رہی تھی۔

"بچوں کو انسان بہلا سکتا ہے۔ لیکن تم خود دینا ہی نہیں چاہتیں اور یونہی بچوں کی آڑ میں بہانہ بنا رہی ہو۔ لیکن یاد رکھنا! آئندہ مجھ سے بات کرنے کی کوشش بھی نہ کرنا۔"

شہادت کی انگلی اٹھائے' خشمگیں نظروں سے اسے دیکھتے' راہ میں آئی ہر چیز کو ٹھوکر مارتے ہوئے وہ بڑے غصے سے باہر نکل گیا۔ جبکہ بے بسی کے مارے عبیرہ کی آنکھوں میں آئے آنسو بڑے تواتر سے گالوں پر بہنے لگے۔

جس شخص سے اس کا مستقبل جڑنے والا تھا ۔ جس کو اس نے دل میں بڑی اونچی مسند پہ بٹھایا ہوا تھا ۔ وہ اس کی اتنی سی بات بھی نہیں سمجھ سکتا۔ وہ خود کو بچوں کے مقابل کھڑا کررہا تھا۔ کیا اس کی توقعات پر پورا اترنے کے لیے باقی رشتوں سے منہ موڑنا پڑے گا؟

"عبیرہ! یہ احمر چائے پیے بغیر کہاں چلا گیا؟" وہ نجانے کتنی دیر یونہی سوچ سوچ کر کڑھتی رہتی۔ جب

باہر سے آتی امی کی آواز نے اسے اپنی جانب متوجہ کیا تھا۔

"امی! اس کا کوئی فون آیا تھا۔ اسی لیے جلدی چلا گیا۔" وہ آنسو صاف کرتے ہوئے کمرے کے دروازے سے ہی امی کو بتانے لگی اور پھر مغرب کی اذان پر وہ سارے خیالوں کو جھٹکتے ہوئے نماز کی تیاری کرنے لگی۔

☼ ☼ ☼

طاہرہ اور شائستہ دو بہنیں اپنے ہی جیسے متوسط طبقے سے تعلق رکھنے والے دو بھائیوں محمد علی اور احمد علی سے بیاہی گئی تھیں۔ ساس، سسر کی وفات کے بعد اپنا آبائی گھر فروخت کرکے دونوں بھائیوں نے نسبتاً" اچھے علاقے میں جگہ خرید کر دو پورشن ایک جیسے ساتھ ساتھ بنوائے تھے۔ ان سادہ سے لوگوں کی بڑی پرسکون سی زندگی تھی۔ طاہرہ اور محمد علی کے دو بچے عمر اور عبیرہ تھے۔ جبکہ شائستہ اور احمد علی کے تین بیٹے احمر اور جڑواں سعد اور فہد تھے۔

جب عبیرہ کی دفعہ طاہرہ امید سے ہوئی تو شائستہ نے پہلے ہی اپنی بہن سے وعدہ لے لیا کہ "اگر اس کے ہاں بیٹی ہوئی تو وہ ان کے احمر کی دلہن بنے گی۔" اور طاہرہ ایک سال کے گول مٹول سے احمر کو دیکھ کر ہنس پڑی۔ لیکن شائستہ نے "ہاں" کروا کے ہی دم لیا۔ یوں عبیرہ کی دنیا میں آمد پہ جتنی خوش اس کی خالہ ہوئیں اور کوئی نہ ہوا۔

عبیرہ دونوں گھروں کی اکلوتی اور لاڈلی لڑکی تھی۔ وقت بڑی سبک روی سے گزرتا گیا۔ بچے شعور کی منزلوں کو چھونے لگے۔ عمر کی تعلیم ختم ہوتے اور جاب شروع ہوتے ہی طاہرہ نے ان کی شادی ان کی پسند سے ہی ان کی کلاس فیلو ربیعہ سے کردی تھی۔ عمر آرمی میں تھے۔ ان کے تین بڑے پیارے سے بچے سنی، شانی اور پنکی تھے۔ جن میں سب کی جان تھی۔ عبیرہ بی ایس سی کرنے کے بعد ایک پرائیویٹ اسکول میں جاب کرنے کے ساتھ ساتھ پرائیویٹ ہی ایم اے انگلش کررہی تھی۔ جبکہ احمر جو اس سے تقریباً" ڈیڑھ سال بڑا تھا ایم بی اے کے فائنل ایئر میں تھا۔

ان دونوں کی عجیب طرز کی منگنی پر سب ہی ان کو چھیڑتے تھے اور خاص طور پر عبیرہ کو کہ اس کے دنیا میں آنے سے پہلے ہی احمر نے اس کو اپنے نام کروالیا تھا۔ وہ دونوں اپنے والدین کے اس فیصلے پر دل سے متفق تھے۔ لیکن احمر فطرتاً" لاپروا، اپنی منوانے والا اور خود پسند واقع ہوا تھا۔ خصوصاً" اس کا رویہ عبیرہ کے ساتھ بڑا ہی حاکمانہ سا تھا۔ وہ اس کے ساتھ یوں پیش آتا۔ جیسے وہ اس کی ملکیت ہو۔ وہ چاہے جتنا ضروری کام کررہی ہوتی۔ لیکن وہ کچھ کہتا تو اس کا دل چاہتا کہ وہ ہر کام اور ہر فرد پر اسے اور اس کے کام کو فوقیت دے۔ اور اس وقت احمر کو دلی تسکین محسوس ہوتی۔ جب عبیرہ اس کی توقعات پر پورا اترتی۔ کیونکہ وہ اس کی ناراضی برداشت ہی نہیں کرسکتی تھی۔ وہ بہت ہی حساس، نرم دل اور سب کا خیال رکھنے والی اچھے مزاج کی لڑکی تھی۔ لیکن جب سے اس کے والد محمد علی کی وفات ایک حادثے میں ہوئی تھی۔ وہ پہلے سے زیادہ اپنے گھر والوں کا خیال رکھتی۔ اپنی ماں کی دل جوئی کرتی۔ بچوں کا خیال کرتی۔ جو اپنے حد سے زیادہ پیار کرنے والے دادا کی کمی بہت محسوس کرتے تھے۔ اس نے پڑھائی کے ساتھ جاب بھی اسی لیے شروع کی تھی۔ تاکہ مہنگائی کے اس دور میں اگر وہ اپنے بھائی کا ہاتھ نہیں بٹا سکتی تو کم از کم اپنا اور اپنی تعلیم کا بوجھ تو خود اٹھا سکے۔

بھائی اور بھابھی کے منع کرنے کے باوجود وہ اپنے ساتھ بچوں کی چھوٹی موٹی ضرورتوں کو بھی پورا کردیتی۔ جو اپنی پھوپھو سے بہت پیار کرتے تھے۔ یہی سوچتے ہوئے اس نے اس دفعہ بھی بچوں کو شاپنگ کرانے کا وعدہ کیا تھا۔ تاکہ وہ بھائی کو تنگ نہ کریں اور وہ اپنے نیک ارادے کو عملی جامہ پہنا سکے۔ لیکن اس کی یہ بات احمر کو بہت بری لگی تھی۔ وہ اس سے اتنا ناراض ہوا کہ اس کی طرف دیکھنے کا بھی روادار نہ تھا۔ اس ناراضی میں تین دن گزر چکے تھے۔

احمر اس سے آج تک ناراض نہیں ہوا تھا' لیکن اس میں احمر کا کوئی عمل دخل نہ تھا۔ بلکہ عبیرہ اسے ناراض ہونے کا موقع ہی نہ دیتی۔ اسی لیے اب اسے احمر کی ناراضی بہت کھل رہی تھی اور سب سے بڑی بات جو عبیرہ کو پریشان کر رہی تھی' وہ یہ تھی کہ وہ احمر کو منانے کی کوشش بھی نہیں کر سکتی تھی۔ کیونکہ اس کوشش کا مطلب تو یہی ہوتا کہ وہ رقم اس کے ہاتھ پہ رکھتی اور کہتی کہ اب مان جاؤ۔ لیکن وہ ایسا نہیں کر سکتی تھی۔ وہ احمر کی ناراضی ختم کرنے کے لیے معصوم سی خواہشوں کو کچل نہیں سکتی تھی۔

"میں کیا کروں؟" بے بسی سے اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ لیکن کچھ بھی سجھائی نہیں دے رہا تھا۔

☼ ☼ ☼

آج موسم صبح سے ہی ابر آلود تھا۔ یہ موسم عبیرہ کو بہت بھاتا تھا۔ لیکن ایک تو وہ احمر کی وجہ سے ویسے ہی اپ سیٹ تھی۔ اوپر سے بچوں کے نہ ہونے سے عجیب سی بے زاری اور بوریت محسوس ہو رہی تھی۔ اسی لیے وہ خواہ مخواہ ٹی وی لگائے چینل تبدیل کیے جا رہی تھی۔ پاس ہی طاہرہ بیٹھی بیڈ شیٹ پہ کڑھائی کر رہی تھیں۔ جب سعد اور فہد دونوں سلام کرتے ہوئے گھر میں داخل ہوئے تھے۔

"عبیرہ آپی! جلدی اٹھیں۔ ہمارے گھر چلیں۔ ہمیں آپ سے کچھ کام ہے۔" بیٹھنے کے بجائے وہ دونوں اس کے دائیں بائیں آکر کھڑے ہو گئے۔

"ایسا کیا کام ہے' جو تم مجھے یہاں نہیں بتا سکتے اور گھر چلنے کو کہہ رہے ہو؟" وہ ان کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولی۔

"آپ چلیں تو سہی۔" سعد نے باقاعدہ اسے ہاتھ سے پکڑ کر اٹھانے کی کوشش کی۔

"لیکن میں اس وقت تک نہیں جاؤں گی جب تک تم مجھے کام کی نوعیت نہیں بتاؤ گے۔" وہ بھی ان کو تنگ کر کے خوش ہو رہی تھی۔

"عبیرہ آپی! آپ بھی حد کرتی ہیں۔ ضد میں تو بالکل اپنی خالہ جانی پہ چلی گئی ہیں۔ ہم ایک گھنٹے سے ان کی منتیں کر رہے ہیں کہ ہمیں چائے کے ساتھ پکوڑے بنا دیں۔ لیکن انہوں نے ہماری ایک نہیں سنی اور یہاں آپ بھی ان ہی کی طرح بی ہیو کر رہی ہیں۔" سعد ناراضی کا اظہار کرنے کے لیے ایک دم اس کی طرف سے منہ موڑ کے کھڑا ہو گیا اور فہد نے بھی فوراً" اس کی تقلید کی تھی۔

"اوہو! میرے پیارے بھائی تو ناراض ہو گئے۔ میں تو مذاق کر رہی تھی۔ پکوڑوں کے لیے تو میرا بھی دل مچل رہا تھا۔ لیکن اکیلے مزہ نہیں آتا تھا۔ اسی لیے نہیں بنائے۔ چلو! جلدی چلو۔ بارش بھی آنے والی ہے۔" اس نے دونوں کے ہاتھ پکڑے اور طاہرہ کو بتاتے ہوئے باہر کو لپکی۔ جو ان کی نوک جھونک پہ مسکرا رہی تھیں۔

وہ جب سعد اور فہد کے ساتھ گھر میں داخل ہوئی تو پہلی ہی نظر اس ناراض سے شخص پر پڑی۔ جو برآمدے میں بیٹھا شاید کوئی میگزین پڑھ رہا تھا۔ احمر نے بھی اس کو دیکھا۔ لیکن ناراضی کے اظہار کے لیے سرعت سے اپنا رخ موڑ لیا۔ اس سے پہلے کہ عبیرہ اس کے طرز عمل پر اداس ہوتی۔ سعد اسے پکڑ کر سیدھا کچن میں لے آیا۔ جہاں شائستہ چائے بنانے کے ساتھ ساتھ بیسن گھول رہی تھیں۔

"مجھے پتا تھا' یہ شیطان تم کو تنگ کریں گے۔ اسی لیے مجھے اٹھنا پڑا اور تم بھی ان کی ہر بات نہ مان لیا کرو۔ کبھی انکار بھی کر دیا کرو۔ ساری زندگی ان کے ساتھ گزارنی ہے۔ ان کی عادتیں بگاڑ کر انہیں سر پر مت چڑھاؤ۔" خالہ جانی کی بات پر عبیرہ جھینپ سی گئی۔ کیونکہ کچن کے دروازے سے احمر بھی نظر آ رہا تھا اور یقیناً" خالہ کی آواز اس تک بھی پہنچی ہو گی۔ اسی لیے عبیرہ جلدی سے خالہ کی اوٹ میں ہو گئی اور چولہے پہ کڑاہی رکھ کر تیل ڈالنے لگی۔

"خالہ جانی! آپ جا کر بیٹھیں۔ بس تھوڑی دیر میں سارا کام ہو جائے گا۔"

اس نے ان کے ہاتھ سے بیسن والا پیالہ لے کر

انہیں باہر بھیج دیا اور ساتھ میں ان دونوں بھائیوں کو بھی باہر نکالا۔ کیونکہ انہیں عادت کے مطابق اس کو احمر کے نام سے چھیڑنا تھا۔ جو کہ وہ احمر کی موجودگی میں اس وقت بالکل بھی برداشت نہیں کر سکتی تھی۔

اور پھر تھوڑی ہی دیر میں وہ چائے اور پکوڑوں کے ساتھ پودینے اور ٹماٹر کی چٹنی تیار کر کے باہر برآمدے میں آگئی۔

ہلکی ہلکی بوندا باندی کے ساتھ پکوڑوں کی سوندھی سوندھی خوشبو اور بھاپ اڑاتے چائے کے کپ سب کا موڈ خوش گوار کرنے کے لیے کافی تھے۔ لیکن احمر کو یہ سب کچھ اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ کیونکہ سب اسے نظرانداز کر رہے تھے۔ کوئی اس کی ناراضی کو اہمیت ہی نہیں دے رہا تھا۔ اسی لیے وہ میگزین ٹیبل پر پھینک کر ایک دم اٹھ گیا۔

"ارے احمر بھائی! آپ کہاں جا رہے ہیں؟ چائے نہیں پینی؟" فہد نے اسے اٹھتے دیکھا تو کہے بنا نہ رہ سکا۔ لیکن وہ کوئی بھی جواب دیے بغیر باہر کی طرف چل دیا اور گلی والے دروازے سے باہر نکل گیا۔ عبیرہ کا من بوجھل سا ہو گیا۔

"اسے کیا ہوا؟" عبیرہ نے بڑی بے اختیاری میں پوچھا اور جواب میں فہد نے اسے ساری بات بتادی۔

"میں نے تو امی سے کہا بھی ہے کہ بھائی کو پیسے دے دیں۔ کیونکہ اس دفعہ ابو کو آفس سے عید کی وجہ سے بونس بھی ملا ہے۔ لیکن امی بھی چاند رات اور بھائی کے درمیان ظالم سماج کی طرح کھڑی ہو گئی ہیں۔" فہد کی بات پر عبیرہ نے حیران ہو کر شائستہ کو دیکھا۔

"بیٹا! میں تم لوگوں کی ماں ہوں۔ میں تمہاری خوشی کی وجہ تو بن سکتی ہوں' رکاوٹ کبھی نہیں بن سکتی ....اور تم بونس کی بات کر رہے ہو۔ اگر وہ نہ بھی ہو تو دس ہزار میرے احمر کی خوشی سے زیادہ نہیں۔ لیکن پیسے نہ ہونے کا بہانہ میں نے صرف شہر کے حالات دیکھ کر بنایا ہے۔ اب تو دن کو باہر نکلتے دل ہولتا ہے ....اور کہاں میں پوری رات کے لیے اپنے بیٹے کو خطروں کے حوالے کردوں۔ دشمن تو ایسے ہی خوشی کے موقعوں کی طاق میں ہوتے ہیں۔ کہاں دو چار لوگ ہوں اور وہ اپنے ہتھیاروں کا استعمال کریں۔ اللہ تعالیٰ کل عالم کے ساتھ میرے بچوں کو محفوظ رکھے۔ میں احمر کی ناراضی تو برداشت کرلوں گی۔ لیکن پوری رات خدشات اور واہموں کے ساتھ نہیں گزار سکتی۔ اس سے بہتر یہ نہیں کہ وہ اپنوں کے ساتھ گھر کی چار دیواری میں عید کی خوشیاں منائے؟ اللہ تعالیٰ ہم سب کو آفتوں سے محفوظ رکھے۔ ویسے میرے اس لاڈلے بیٹے کی عادت ہے۔ ذرا ذرا سی بات پر موڈ خراب کرلیتا ہے۔ کبھی کبھی تو میرا شدت سے دل چاہتا ہے کہ احمر میرا سب سے چھوٹا بیٹا ہوتا تو اس کا یہ بچپنا مجھے اتنا نہ کھٹکتا۔" آخر میں وہ ہمیشہ کی طرح مسکرائی تھیں۔

"ارے امی! اب یوں تو نہ کہیں۔ اگر بھائی ہم میں بڑے نہ ہوتے تو عبیرہ آپی کو پیدا ہونے سے پہلے ہی کون اپنے نام کرواتا؟" سعد اتنی سنجیدہ گفتگو میں بھی شرارت سے باز نہ آیا۔ عبیرہ اسے گھورتی ہوئی برآمدے کی سیڑھیوں پر بیٹھ کر احمر کے بارے میں ہی سوچ گئی۔

☼ ☼ ☼

آج اس کا موڈ صبح سے ہی خراب تھا۔ کیونکہ آج اس کی سالگرہ تھی اور احمر چاہے جتنا لاپرواسہی' وہ آج کے دن اس کو مبارک باد ضرور دیتا تھا اور اس کی پسندیدہ مصنفین کی کتابیں بھی ضرور گفٹ کرتا تھا۔ وہ گفٹ اور وہ لمحے اس کو پورے سال کا حاصل لگتے تھے۔ لیکن آج ایسا کچھ نہیں ہوا تھا۔

وہ لاشعوری طور پر اس کا انتظار کرتی رہی۔ لیکن وہ انتظار ختم نہ ہوا۔ آج اسے احمر کی ناراضی کا احساس شدت سے ہو رہا تھا۔ اسی لیے اسکول میں بھی اس کا دل نہیں لگ رہا تھا۔ سارے پیریڈز بڑی بے زاری سے لیے۔ اس کا آخری پیریڈ فری تھا۔ اسی لیے وہ اسٹاف روم میں آگئی۔ تاکہ کچھ دیر سکون سے بیٹھ سکے۔ ابھی وہ بیٹھی ہی تھی۔ جب اس کی کولیگ اور

بہت اچھی دوست فریحہ بھی وہیں چلی آئی۔
اسکول میں عبیرہ کی سب سے اچھی گپ شپ تھی۔ لیکن دوستی صرف فریحہ سے ہی تھی۔ اسے یہ نٹ کھٹ سی زندہ دل لڑکی بہت اچھی لگتی تھی۔ تین بھائیوں کی اکلوتی لاڈلی بہن تھی۔ اچھے خاصے متمول گھرانے سے تعلق رکھتی تھی۔ وقت گزارنے کے لیے شوقیہ جاب کرتی تھی۔

"عبیرہ! میں بھی فری ہوں۔ چلو! میڈم سے بات کرکے لگے ہاتھوں عید کی شاپنگ کرلیتے ہیں۔ مس عطیہ کہہ رہی ہیں کہ اسکول کی بیک پہ جو روڈ ہے' وہاں نئی مارکیٹ بنی ہے اور اپنی پبلسٹی کے لیے انہوں نے عید کی شاپنگ پہ بہت اچھا ڈسکاؤنٹ بھی رکھا ہے۔ وہاں کا وزٹ کرتے ہیں۔ کام بن گیا تو ٹھیک۔ ورنہ بازار چلیں گے۔" اس نے آتے ہی کھڑے کھڑے اپنا مدعا بیان کیا۔ جیسے وہ کہے گی اور عبیرہ اس کے ساتھ چل پڑے گی۔

"لیکن فریحہ! میں امی سے پوچھ کر نہیں آئی اور پیسے بھی نہیں لائی۔ کل چلیں گے۔" وہ بے زاری سے بولی۔

"جہاں تک آنٹی سے پوچھنے کی بات ہے۔ وہ ابھی فون کرلو اور باقی میں ہوں نا۔ پچھلے دو مہینوں سے میں نے شاپنگ نہیں کی اور دو مہینوں کی پے اور پاکٹ منی میرے بیگ میں ہے۔ شاپنگ کرتے ہیں۔ پھر بعد میں تم مجھے رقم لوٹادینا' سمپل۔"

اس نے ہمیشہ کی طرح بات چٹکیوں میں اڑائی تھی اور اس کی بات سنتے ہوئے عبیرہ کے ذہن میں ایک دم جھماکہ سا ہوا۔ وہ سوچنے لگی کہ یہ بات اس کے ذہن میں پہلے کیوں نہ آئی۔ لیکن اب اگر فریحہ کی وجہ سے ہی سہی آگئی تھی تو وہ ایک دم ہلکی پھلکی ہوگئی۔

"لیکن فریحہ! یہ پیسے میں اگلے مہینے کی پے ملنے پر کروں گی۔" وہ اس کو جیسے خبردار کرتے ہوئے بولی تھی۔

"ارے بابا! جب تمہاری مرضی اور سہولت ہوگی۔ تب کردینا۔ اب اٹھو۔ تاکہ جلدی سے جائیں اور فارغ ہوجائیں۔ میں چادر لے کر آتی ہوں۔ جب تک تم آنٹی سے بات کرلو۔" وہ یہ کہتے ہوئے چلی گئی اور پھر امی سے فون پر اجازت لینے کے بعد وہ بھی شاپنگ کے لیے تیار تھی۔

فریحہ نے تو صرف اپنی ہی شاپنگ کرنی تھی۔ لیکن عبیرہ نے سب سے پہلے بچوں کے کپڑے دیکھے تھے۔ سنی اور شانی کے لیے ایک جیسی پینٹ شرٹ اور پنکی کے لیے بہت اچھا شاکنگ پنک فراک لیا۔ وہ بہت گوری تھی۔ یہ رنگ اس پر بہت سوٹ کرے گا۔ یہ سوچ کر وہ مسکرادی۔ پنکی کے لیے میچنگ کھسہ بھی لیا۔ بچوں کے کپڑوں کا سائز تو اسے معلوم تھا۔ لیکن پھر بھی اس نے دکان دار سے بات کرلی کہ اگر سائز صحیح نہ ہوا تو وہ چینج کردیں گے۔ وہ ساتھ ساتھ فریحہ کو مشورہ بھی دیتی جارہی تھی۔ پھر اس نے بھابھی کے لیے بھی تھری پیس نفیس سا سوٹ لیا۔

"بھابھی کے گھر آنے سے پہلے سلائی کردوں گی۔ خوش ہوجائیں گی۔" سوچتے ہوئے لگے ہاتھوں امی کے لیے بھی ایک سوٹ لے لیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کی شاپنگ مکمل ہوچکی تھی۔

"یہ کیا؟ تم نے سب کے لیے شاپنگ کی اور اپنے لیے کچھ بھی نہیں لیا۔" فریحہ حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"مجھے لینے کی کیا ضرورت ہے۔ ہر چاند رات کی طرح اس دفعہ بھی خالہ جانی کی طرف سے میرا تو عید کا مکمل پیکج مجھے مل جائے گا۔ جس میں میری پسند کے کپڑے' جوتے' چوڑیاں' مہندی اور جیولری سب کچھ خالہ جانی کی طرف سے ہوتا ہے۔ اس پیار بھری دھمکی کے ساتھ کہ اگر میں نے صبح وہ ساری چیزیں استعمال نہ کیں تو وہ واپس لینے میں ہرگز تامل نہیں کریں گی۔ اسی لیے میں نے اپنے لیے کچھ نہیں لیا۔ تم بس بل بنواؤ۔" مسکراتے ہوئے اس نے اپنی شاپنگ کاؤنٹر پر رکھی۔ فریحہ بھی اس کی بات پر مسکراتے ہوئے یہ بل بنوانے لگی۔

پیمنٹ کرنے کے بعد جب وہ اپنے گھروں کو جارہی

تھیں تو عبیرہ صرف ایک بات سوچ کر خوش ہو رہی تھی کہ آج احمر کی ناراضی ختم ہو جائے گی۔ ورنہ فریحہ سے بات کرنے سے پہلے تو وہ یہی سوچ رہی تھی کہ اگر وہ اس کی برتھ ڈے پر اپنی ناراضی کو ہنوز برقرار رکھ سکتا ہے تو عید پہ بھی اس کا یہی رویہ ہونا تھا.... جو کہ عید کی خوشی کو غارت کرنے کے لیے کافی تھا۔ یہی سوچتے ہوئے جب وہ گھر میں داخل ہوئی تو سب سے پہلے امی کے پاس آئی۔ تاکہ ان کو شاپنگ دکھا سکے۔ طاہرہ کو ساری چیزیں بہت پسند آئیں۔ انہوں نے اپنی اس حساس سی بیٹی کو چوم لیا۔ جسے سب کا خیال تھا۔

"جب سب کے لیے کچھ نہ کچھ لیا ہے تو بیٹا! اپنے لیے بھی کچھ لے لیتیں۔ تمہارے بھی اسکول میں پہننے والے کپڑے اب پرانے سے ہو رہے ہیں۔" فریحہ کی طرح انہیں بھی اس کا یوں خود کو نظر انداز کرنا اچھا نہیں لگا تھا۔

"اپنے لیے عید کے بعد لوں گی۔ ابھی سب کچھ بہت مہنگا تھا۔" اس نے یونہی بہانہ بنایا۔ اب وہ امی کو کیا بتاتی کہ وہ چاہتی تھی کہ کم سے کم بل میں یہی کام ہو جائے تاکہ فریحہ کے پیسے واپس کرنے میں بھی آسانی ہو۔

"امی! پلیز جلدی سے مجھے کھانا دیں۔ تاکہ میں آج ہی بھابھی کے کپڑے سلائی کروں۔ کل تک وہ گھر آجائیں گی۔ کیونکہ کل شام تک عمر بھائی بھی کھاریاں سے آجائیں گے۔ اسی لیے میں چاہتی ہوں آج ہی فارغ ہو جاؤں۔"

امی سے کہتے ہوئے اس نے ساری چیزیں اٹھائیں اور بھیا بھابھی کے کمرے میں رکھ آئی۔ وہ خود ہاتھ منہ دھو کر امی کے پاس کچن میں ہی آگئی۔ امی نے اسے کھانا دینے کے ساتھ ہی چولہے پر چائے بننے کے لیے رکھ دی۔ آج بڑے دنوں بعد عبیرہ کو کھانا مزے کا لگ رہا تھا۔ اس کا موڈ بڑا خوش گوار تھا۔ ایسے لگ رہا تھا۔ جیسے کوئی بوجھ کندھوں سے اتر گیا ہو۔

"کھانا کھانے کے بعد خالہ جانی کی طرف جاؤں گی اور....."

"عبیرہ!" ابھی اس کی سوچ محو پرواز ہی تھی۔ جب امی کی پکار نے اس کی سوچ کا تسلسل توڑا تھا۔

"بیٹا! مجھے بتانا یاد ہی نہیں رہا۔ جب صبح تم اسکول چلی گئی تھیں تو احمر آیا تھا۔ آج تمہارا برتھ ڈے ہے نا۔ گفٹ دینے آیا تھا۔ اسے شاید تمہاری اسکول ٹائمنگ کا اندازہ نہ تھا۔ اسی لیے اسے دیر ہو گئی۔ تمہارا گفٹ اندر رکھا ہے۔ دیکھ لینا اور شائستہ کی طرف جب جاؤ تو اسے کہنا کہ رات کا کھانا نہ بنائے۔ بلکہ ہمارے ساتھ ہی کھانا کھائیں۔ ذرا رونق ہو جائے گی۔ رات کو میں بریانی اور قیمہ مٹر پکاؤں گی۔ تمہیں پسند ہیں نا۔" انہوں نے پیار سے اس کو دیکھتے ہوئے کہا۔

وہ ہمیشہ سے ہی آج کے دن اس کے لیے کچھ نہ کچھ اہتمام ضرور کرتی تھیں۔ طاہرہ تو شاید ابھی سے رات کے کھانے کی تیاری کرنے لگی تھیں۔ لیکن عبیرہ نے ان کی احمر کے گفٹ والی بات بڑی حیرانی سے سنی تھی۔ دل تو ویسے بھی احمر کی طرف سے کبھی بدگمان نہیں ہوا تھا اب تو منظر اور بھی نکھر سے گئے۔ اس نے جلدی سے آکر گفٹ دیکھا۔ ٹی وی ٹرالی پہ اچھے سے ریپر میں لپٹی یقیناً" کوئی کتاب تھی اور ساتھ میں ہیپی برتھ ڈے اور عید مبارک کا بڑا پیارا سا کارڈ تھا۔

"میں ایسے ہی صبح سے خود پر قنوطیت طاری کیے بیٹھی تھی اور وہ تو ناراضی میں بھی آج کے دن کو اگنور نہیں کر سکا۔" آنکھوں کی سطح نم ہونے لگی اور لبوں پر مسکراہٹ کھلنے لگی۔ اس نے جلدی سے دس ہزار روپے چھوٹے سے والٹ میں ڈالے اور امی کو بتا کر خالہ کے گھر آگئی۔ وہاں اسے بڑی خاموشی محسوس ہوئی۔

"اس کا مطلب ہے فہد اور سعد دونوں ہی گھر پر نہیں ہیں۔ ان کی موجودگی میں اتنی خاموشی تو ناممکن ہے۔" وہ اندازہ لگاتی برآمدے میں آئی تو خالہ جانی سامنے ہی چادر تانے سو رہی تھیں۔ وہ ان کو ڈسٹرب کیے بغیر واپسی کے لیے مڑی تھی۔ جب کچن سے کھٹ پٹ کی آواز پر چونکی اور اسی طرف آگئی۔ جہاں

احمر شاید اپنے لیے چائے بنانے لگا تھا۔ ایک نگاہ غلط اس پر ڈالتا فریج سے دودھ نکالتے ہوئے خود کو بڑا مصروف ظاہر کرنے لگا۔

"احمر! میں اتنے دنوں سے ایسے ہی پریشان تھی کہ تم مجھ سے ناراض ہو۔ لیکن اسکول سے آ کر میں نے تمہارا گفٹ دیکھا تو مجھے لگا' میں کتنی بے وقوف ہوں۔ ایسے ہی تم سے بدگمان ہو رہی تھی۔" وہ دروازے میں کھڑے کھڑے بڑے اچھے موڈ میں اس سے بولی۔

"آج کے دن گفٹ دینا عادت سی بن گئی ہے۔ اس لیے یاد نہیں رہا کہ میں تم سے ناراض ہوں اور تم بے وقوف ہرگز نہیں ہو۔ تم نے جو کچھ محسوس کیا' وہ حقیقت ہے۔"

وہ اپنے جذبات چھپائے خفگی ظاہر کرتے ہوئے بولا تھا۔ عبیرہ اس کے جواب پر مسکراتے ہوئے آگے بڑھی اور والٹ اس کی طرف بڑھایا۔

"یہ پیسے پکڑو۔ اپنی خود ساختہ ناراضی کو ختم کرو۔ اور آگے سے ہٹو۔ مجھے چائے بنانے دو۔" والٹ اسے پکڑاتے اس نے چولہا جلایا اور چائے کے لیے دودھ اوپر رکھا۔

"جب دینے ہی تھے تو اتنے دن تنگ کیوں کیا؟" احمر کا موڈ ہنوز برقرار تھا۔

"یعنی احمر علی! تم نے خوش ہونا تو سیکھا ہی نہیں۔" وہ صرف سوچ کر رہ گئی۔

"غلطی ہو گئی۔ آئندہ کبھی تنگ نہیں کروں گی۔"

اس نے مسکراتے ہوئے چائے کپ میں ڈالی اور اس کے آگے رکھی۔ وہ وہیں رکھے اسٹول پر بیٹھ چکا تھا۔

"اپنے لیے کیوں نہیں بنائی؟"

"میں ابھی پی کر آئی ہوں۔ دوبارہ پینے کا موڈ نہیں۔ لیکن تم سے ایک ریکویسٹ ہے۔ جب دوستوں کے ساتھ جاؤ تو پلیز! اپنا خیال رکھنا اور کوشش کرنا کہ جلدی گھر آجاؤ۔ ورنہ عید کے دن انجوائے کرنے کے بجائے سوتے رہو گے جو کہ سب کے ساتھ ساتھ مجھے بھی بہت برا لگے گا۔" اس دن کی شائستہ کی باتوں کے پیش نظر وہ کہے بغیر نہ رہ سکی۔

"تم پر یقیناً" تمہاری خالہ جانی کی باتوں کا اثر ہو گیا ہے۔ تب ہی تم مجھے یوں نصیحت کر رہی ہو۔ لیکن ایک بات خود بھی سمجھ لو اور امی کو بھی باور کرا دینا کہ اب بڑا ہو گیا ہوں۔ بچہ نہیں ہوں' جو اپنا خیال نہ رکھ سکوں۔" وہ بڑے طنزیہ لہجے میں بولا۔

"جناب! ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ آپ بڑے ہو گئے ہیں۔ اگر بچے ہوتے تو خالہ جانی کان پکڑ کر اپنی بات منواتیں۔ خیر! خالہ جانی اٹھیں تو بتا دینا کہ آج رات کا کھانا ہمارے گھر ہے۔ تم بھی آجانا اور گفٹ کے لیے بہت تھینکس۔" آخر میں وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

"لیکن تم جا کیوں رہی ہو.... بیٹھو گی نہیں؟" اس کو واپس مڑتے دیکھ کر احمر کہے بغیر نہ رہ سکا۔

"نہیں! گھر میں کام ہے۔ اس لیے چلوں گی۔ رات کو سب مل کر بیٹھیں گے اور گپ شپ کریں گے۔" یہ کہہ کر اس نے دروازے کی طرف قدم بڑھائے۔

"عبیرہ!" اس کی پکار پر وہ رک گئی۔ "تھینکس یہ احساس دلانے کے لیے کہ میں تمہارے لیے سب سے زیادہ اہم ہوں۔" وہ والٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بڑے اچھے موڈ میں بولا۔

اور اس کی بات پر عبیرہ کا دل جیسے بجھ کر رہ گیا۔ اب وہ اسے کیسے سمجھاتی کہ "پیار میں درجہ بندی نہیں ہوتی۔ وسعت ہوتی ہے۔ خلوص ہوتا ہے۔ اپنے پن کا احساس ہوتا ہے۔ پیار جیسا انمول جذبہ دو دلوں میں محصور ہو کر نہیں رہتا۔ بلکہ یہ تو حصار کرتا ہے۔ اپنی وسعت میں سب کو سمو لیتا ہے۔ اپنے ہونے کا احساس دلا کر دلوں کو مسخور کرتا ہے۔ میں دعا کروں گی' تم جلد ہی اس حقیقت کو سمجھ لو۔"

وہ کچھ بھی کہے بغیر بے دلی سے مسکراتے ہوئے واپسی کے لیے مڑی تھی۔

☆ ☆ ☆

آج طاہرہ کے گھر میں بہت رونق تھی۔ ان کا بیٹا عمر آج ساڑھے تین ماہ بعد ان کی آنکھوں کے سامنے

تھا۔ چھٹی نہ ملنے کے باعث عمر عید الفطر پہ بھی گھر نہ آسکے تھے۔ ان کی غیر موجودگی میں گھر کا کوئی بھی فرد عید جیسے موقع پر بھی خوش نہ تھا۔ بچے بھی مرجھائے ہوئے سے تھے۔ لیکن آج جیسے عید سے ایک دن پہلے ہی ان کی عید ہوگئی تھی۔

ربیعہ اور بچے بھی ننھیال سے واپس آچکے تھے اور بچوں کی خوشی تو اس وقت دوبالا ہوگئی۔ جب عمر اپنے چچا احمد علی کے ساتھ جاکر دونوں گھروں کے لیے بکرے لے آئے۔ جو کہ ادھر ہی صحن سے ہٹ کر بنے چھوٹے سے کچے احاطے پر بندھے تھے۔ جہاں طاہرہ "عموماً" سبزیاں وغیرہ لگاتی تھیں۔ لیکن ان دنوں خالی پڑا ہوا تھا۔ اب وہاں دونوں بکرے بندھے تھے اور بچوں نے اودھم مچایا ہوا تھا۔ سعد اور فہد بکروں کو سجا رہے تھے۔ ان پر مختلف قسم کے رنگوں سے طبع آزمائی کی جارہی تھی۔ عمر اور چچا جان بھی تھوڑے فاصلے پر بیٹھے انہی کے بارے میں بات کررہے تھے۔ طاہرہ اور شائستہ بھی صحن میں بچھی چارپائی پہ بیٹھیں یوں گفت و شنید کررہی تھیں۔ جیسے کوئی اہم معاملہ زیر غور ہو اور کچن میں بھابھی کے ساتھ کام کرتی عبیرہ گاہے گاہے کھڑکی سے جھانک کر دیکھ رہی تھی۔ اسے احمر کی کمی بہت کھل رہی تھی، جو نجانے کدھر غائب تھا۔

عبیرہ آج اس لیے بھی خوش تھی کہ اس کی شاپنگ بھابھی اور بچوں کو بہت پسند آئی تھی۔ بچوں کے ساتھ بھابھی بھی بہت خوش ہوئی تھیں۔ جب اس نے ان کو کپڑے دیے تھے۔ جو اس نے دل لگا کر سلائی کیے تھے اور اب خوب صورت بٹن اور لیس کی وجہ سے بالکل ریڈی میڈ لگ رہے تھے۔ جب بھابھی نے تعریف کی تو عبیرہ کو لگا اس کا سیروں خون بڑھ گیا ہو۔

اور جب رات کو وہ برآمدے میں بڑی سی چٹائی بچھائے سب کے لیے کھانا لگانے لگی تو احمر بھی باآواز بلند سلام کرتا ہوا گھر میں داخل ہوا۔ عبیرہ کو لگا منظر مکمل ہوگیا ہو۔ سب نے بڑے اچھے موڈ میں کھانا کھایا۔ صبح عید تھی۔ سب کو جلدی اٹھنا تھا۔ یہی سوچتے ہوئے خالہ جانی اور چچا جان کی فیملی اپنے گھر سدھاری۔ بھیا بھابھی اور بچے بھی سونے چلے گئے۔ لیکن عبیرہ جاگ رہی تھی محلے کی بچیاں اس سے مہندی لگوانے آئی ہوئی تھیں۔ طاہرہ بھی پاس ہی لیٹی اونگھ رہی تھیں۔ پھر عبیرہ نے فارغ ہونے کے بعد وہ شاپر کھولا تھا۔ جس میں خالہ جانی اسے عیدی دے کر گئی تھیں۔ وہ اپنی ہر بات اس سے شیئر کرتی تھیں لیکن اس کی عید کی شاپنگ وہ چاند رات کو ہی دکھاتی تھیں۔

ہمیشہ کی طرح آج بھی وہ اسے تاکید کرکے گئی تھیں کہ صبح اسے یہی ڈریس پہننا ہے۔ ڈارک میرون رنگ کی نہایت ہی خوب صورت فراک اور چوڑی دار پاجامہ تھا۔ جس پر بڑی نفیس سی سلور کڑھائی کی گئی تھی اور بڑے سے دوپٹے کے کناروں پر چھوٹے چھوٹے تارے چمک رہے تھے۔

عبیرہ مسکراتے لبوں کے ساتھ ساری چیزیں دیکھ رہی تھی۔ اس نے کپڑے ہینگ کرکے سامنے ہی رکھے۔ پاس ہی بڑا خوب صورت سا میچنگ **کھسہ** رکھا۔ ٹیبل پر میچنگ چوڑیاں اور جیولری رکھی اور پھر سارے کاموں سے فارغ ہونے کے بعد چوکڑی مار کر بیڈ پر بیٹھ گئی اور کون اٹھا کر بائیں ہاتھ پر بڑا خوب صورت سا مہندی کا ڈیزائن بنانے لگی۔ دل میں ڈھیروں اطمینان، آنکھوں میں خوشی کی چمک اور لبوں پر مسکراہٹ سجائے وہ بڑی مگن سی تھی۔ اس کی زندگی میں ایسی بہت سی ساعتیں آئی تھیں۔ لیکن اسے ہر دفعہ ہی بڑا انوکھا سا احساس ہوتا تھا اور وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے نہ تھکتی تھی۔

☆ ☆ ☆

چاند رات اپنے دامن میں بھر بھر کر جو خوشیاں لائی تھی۔ نجانے کیوں عید کی صبح ان خوشیوں کو صحیح معنوں میں بٹور ہی نہ سکی اور نظریں چرا کر بیٹھ گئی۔

صبح کا آغاز معمول کے مطابق ہوا تھا۔ طاہرہ اور ربیعہ کچن میں تھیں۔ جبکہ عبیرہ بھائی کی تیاری میں

بھی مدد دے رہی تھی اور ساتھ ساتھ بچوں کو بھی تیار کر رہی تھی۔ تاکہ سنی اور شانی بھی عید کی نماز پڑھنے بھیا کے ساتھ جاسکیں۔ بچے تیار ہو کر بڑے ہی پیارے لگ رہے تھے اور پنکی کی تو چھب ہی نرالی تھی۔ ان تینوں کو ہی اپنی پھوپھو پہ بہت پیار آرہا تھا۔ جو ان کے لیے اتنے اچھے کپڑے لائی تھیں۔ عبیرہ ان کی شرارتوں پہ مسکراتے ہوئے پھیلاوا سمیٹتی جارہی تھی۔ تفصیلی صفائی تو وہ کل ہی کرچکی تھی۔ اس لیے آج ضرورت نہیں تھی۔ اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی۔

"عمر! بیٹا جاؤ۔ دروازہ کھولو۔ سعد ہوگا۔ اسے شیر خورما بہت پسند ہے۔ صبر نہیں ہوا۔ لینے آگیا ہوگا۔" طاہرہ ممتا بھرے لہجے میں مسکراتے ہوئے بولیں۔ لیکن عمر جب دروازے پر گئے تو ان کا کوئی دوست تھا۔

"امی! میرا دوست نبیل ہے۔ ہم نماز پڑھنے جارہے ہیں۔ آجاؤ بچو۔" سنی اور شانی کو پکارتے ہوئے انہوں نے دروازے سے ہی اطلاع دی۔

"لیکن عمر! اپنے چچا اور بھائیوں کے ساتھ مل کر جانا۔" طاہرہ کہے بغیر نہ رہ سکیں۔

"امی! دیر ہو رہی ہے اور میرے خیال میں وہ لوگ بھی نکل گئے ہوں گے۔" کہنے کے ساتھ ہی انہوں نے دروازہ بند کردیا۔ طاہرہ اپنے بچوں کے گرد آیت الکرسی کا حصار پھونکتے ہوئے کام میں لگ گئیں۔

"عبیرہ! کہاں ہو؟ یہ شیر خورما اور کسٹرڈ باؤل میں ڈالو اور خالہ کو دے آؤ۔" چاہے عید چھوٹی ہو یا بڑی عید ان کے گھر بڑوں کے لیے شیر خورما اور چھوٹے بچوں کے لیے جیلی اور کسٹرڈ ضرور بنایا جاتا تھا۔

"امی! پہلے میں اور بھابھی تیار ہولیں۔ اتنے میں بھائی بھی آجاتے ہیں تو پھر مل کر جاتے ہیں۔" عبیرہ نے اپنا ملگجا سا لباس دیکھتے ہوئے کہا رات کو وہ مہندی خشک کیے بغیر سوگئی تھی۔ اسی لیے کپڑوں پر جگہ جگہ مہندی کے نقش و نگار بھی بنے ہوئے تھے۔

"اچھا ربیعہ! تم بھی جاؤ۔ بیٹا! تیار ہوجاؤ۔ باقی کام میں سنبھال لوں گی۔" انہوں نے کاموں میں الجھی ربیعہ سے کہا تو وہ بھی تیار ہونے چلی گئیں۔

وہ دونوں تیار ہوگئیں۔ طاہرہ نے دونوں کو پیار کیا اور دعائیں دیتے ہوئے عیدی دی۔ عبیرہ ٹرے میں چیزیں رکھ رہی تھی۔ جب عمر بھائی اور بچے نماز پڑھ کر واپس آگئے۔

"امی! چچا جان اور احمر لوگ یہاں نہیں آئے؟" ان کے لہجے میں تشویش تھی۔

"نہیں بیٹا! ادھر تو نہیں آئے۔ خیریت تو ہے۔" طاہرہ فکر سے بولیں۔

"امی! وہ لوگ نماز پڑھنے بھی نہیں گئے۔ میں جاکے دیکھتا ہوں۔ کہیں سوتے ہی تو نہیں رہ گئے۔" عمر الٹے پاؤں واپس لوٹ گئے تینوں بھی بچوں کو ساتھ لیے دل میں آتے وسوسوں کو جھٹلاتی اس کے ساتھ ہولیں۔ لیکن ان کے گھر کا کھلا دروازہ دیکھ کر دل ہولنے لگا۔ پورا گھر بھائیں بھائیں کررہا تھا۔ طاہرہ کے تو ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہونے لگے۔ وہ وہیں برآمدے میں بچھی کرسی پر بیٹھ گئیں۔

کسی انہونی کے ڈر سے عبیرہ کا دل بھی پتے کی طرح کانپنے لگا۔ عمر اونچی آواز میں آوازیں دیتے سب کمروں کے دروازے کھول کر دیکھ رہے تھے۔ آرمی میں ہونے کے باوجود دو خالی کمرے ان کا حوصلہ پست کرنے کے لیے کافی تھے۔ لرزتے ہاتھوں سے انہوں نے تیسرے کمرے کے دروازے کا ہینڈل گھمایا اور دروازہ کھلنے کے بعد سامنے کا منظر دیکھ کر وہ بے حد پریشان ہوگئے۔

"عمر! میرے بچے کیا ہوا؟" ان کے چہرے پر ہوائیاں اڑتے دیکھ کر وہ تینوں بھی اس کی طرف لپکی تھیں۔ سامنے گھر کے پانچوں افراد کرسیوں پہ اس حالت میں بیٹھے تھے کہ ان کے ہاتھ اور پاؤں رسیوں سے بندھے تھے اور منہ پر ٹیپ لگی تھی۔

وہ تینوں تو جیسے سکتے میں آگئی تھیں۔ ایسی صورت حال کا تو کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ لیکن عمر نے ہمت دکھائی اور سب کی رسیاں کھولنے لگے۔ عبیرہ بھاگ کر پانی لائی۔ شائستہ تو بالکل بے ہوش ہوچکی

تھیں۔ ربیعہ جلدی سے ان کے ہاتھ پاؤں سہلانے لگی۔ چچا جان اور احمر تو پھر بھی حوصلے میں تھے۔ لیکن سعد اور فہد تو عمر بھائی سے لپٹ کر بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو دیے۔ ان کو یوں روتا دیکھ کر سب کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ سب کو کچھ کچھ اندازہ تو ہو گیا تھا کہ یقیناً" رات کو گھر میں چور ڈاکو گھس آئے ہوں گے۔ مگر حیرانی کی بات یہ تھی کہ کوئی چیز بھی اپنی جگہ سے ہلی ہوئی نہ تھی۔ کوئی بے ترتیبی کوئی سامان کا پھیلاوا نہ تھا۔ لیکن ابھی وہ کچھ بھی بتانے کی پوزیشن میں نہ تھے۔ اسی لیے یہ لوگ سوال جواب کرنے کی بجائے انہیں حوصلہ دے رہے تھے۔ پھر چچا جان نے ہمت کر کے انہیں بتایا کہ۔

"ہم لوگ جیسے ہی رات کو تمہارے گھر سے آئے تو دروازہ بجا۔ غلطی یہ ہوگئی کہ سعد نے بغیر پوچھے دروازہ کھول دیا۔ یہ سوچ کر کہ اتنی رات کو تم لوگوں میں سے ہی کوئی ہو گا، لیکن ایک دم دو مسلح افراد اندر گھس آئے۔ انہوں نے آتے ہی گن پوائنٹ پہ سب کو یہاں جمع کیا اور کرسیوں پہ بٹھا کر ہاتھ پاؤں باندھ دیے۔ ہم ہراساں تو ضرور ہوئے، لیکن اب اندازہ ہو رہا ہے کہ ان کا مقصد بہر حال ہمیں نقصان پہنچانا نہیں تھا۔ شاید وہ کسی سے چھپ رہے تھے۔ ہو سکتا پولیس ان کے پیچھے لگی ہو۔ وہ صرف ہمارے گھر حفاظت سے یہ رات گزارنا چاہتے تھے۔ صبح ہوتے ہی ہمیں نقصان پہنچائے بغیر چلے گئے۔ لیکن پھر بھی ہمارے لیے یہ رات بڑی ہی خوفناک تھی۔" آخر میں وہ بڑی بے بسی سے بولے۔

"شکر کریں چچا جان! آپ لوگ خیریت سے ہیں اور کوئی نقصان بھی نہیں ہوا۔" عمر جو خود بہت پریشان ہوئے تھے۔ لیکن ان کو تسلی دینے کی غرض سے بولے۔

"لیکن بیٹا! اگر میرے بچوں کو کچھ ہو جاتا تو میں کیا کرتی۔ احمر کے غصہ کرنے پر وہ اس کو مارنے کے لیے بڑھے تھے۔ لیکن پھر میری منتوں پر پیچھے ہٹ گئے۔" شائستہ کے آنسو تھمنے کا نام نہیں رہے تھے۔

"امی! پلیز چپ ہو جائیں۔ ہمیں کچھ نہیں ہوا۔ خالہ جانی! آپ امی کو گھر لے جائیں۔ ہم لوگ بھی فریش ہو کے آتے ہیں۔" احمر نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

"طاہرہ آپا! میں کب سے آپ کا انتظار کر رہی تھی۔ لیکن آپ اب آئی ہیں جب نو بجنے والے ہیں اور عبیرہ تم بھی نہیں آئیں۔ حالانکہ مجھے لگ رہا تھا تم سب سے پہلے آؤ گی۔" وہ روتے ہوئے عبیرہ کو دیکھ کر بولیں اور عبیرہ جو کب سے ضبط کیے بیٹھی تھی ایک دم رو پڑی۔

"معاف کر دیں خالہ جانی! غلطی ہو گئی۔" اور اس کے اس طرح بولنے پر سب کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"عمر بھائی! پلیز سب کو لے جائیں۔ دیکھیں بچے کتنے خوف زدہ ہو گئے ہیں۔" احمر روتی ہوئی عبیرہ کو دیکھ کر بمشکل مسکراہٹ روکتے ہوئے بولا۔

اور پھر تھوڑی ہی دیر میں سوائے احمر کے وہ سب عبیرہ کے گھر میں تھے۔ جہاں سب ان کی دل جوئی کر رہے تھے۔

"خالہ جانی ابھی تک رو رہی ہیں۔ انہیں لگ رہا ہے کہ ان خطرناک لوگوں نے ہمارا گھر دیکھ لیا ہے۔ کہیں وہ پھر نہ آجائیں۔" "مجھے تو لگتا ہے اگر وہ اسی طرح روتی رہیں تو کہیں ان کی طبیعت زیادہ خراب نہ ہو جائے۔" عبیرہ کچن میں تھی۔ جب ربیعہ بھابھی نے آکر اسے بتایا تھا۔

ویسے خالہ جانی ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہیں۔ ایسے لوگوں کا کیا بھروسا۔۔۔ کسی وقت بھی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔" عبیرہ بھی اس سارے قصے سے خوف زدہ تھی۔

"ارے عبیرہ! تم بھی بالکل خالہ جانی کی طرح ری ایکٹ کر رہی ہو۔ رات کے اندھیرے میں ان لوگوں کو جو گھر پہلے نظر آیا۔ انہوں نے اس میں پناہ لے لی۔ اگر انہیں کسی کو نقصان پہنچانا ہوتا تو رات کو انہیں کون روک سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے، سب خیریت سے

ہیں۔ اب تم خالہ جانی کے سامنے پھر سے یہ موضوع نہ لے کر بیٹھ جانا۔ بلکہ کوشش کرنا کہ ان کا دھیان بٹ جائے اور جلدی سے چائے 'ناشتا ادھر پہنچاؤ ۔ تمہارے بھائی کو قصاب کی طرف بھی جانا ہے۔ اس نے گیارہ بجے کا ٹائم دیا ہوا ہے۔ لیکن آج کے دن انہیں کہاں کچھ یاد رہتا ہے۔ بلانے جانا پڑے گا۔"

اور پھر ربیعہ اور عبیرہ نے سب کو اچھی طرح ناشتا کرایا۔ ساتھ اونچی آواز میں ٹی وی لگا دیا۔ جہاں مزاحیہ مشاعرہ نشر ہو رہا تھا اور قربانی کے حوالے سے بڑے اچھے چٹکلے سنائے جا رہے تھے۔ شاندار سے ناشتے کے ساتھ مزاحیہ مشاعرے نے سب کے موڈ کو بحال کر دیا۔ خاص کر سعد اور فہد تو ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو رہے تھے۔ بچوں نے علیحدہ رونق لگائی ہوئی تھی۔

"ارے! یہ احمر کدھر رہ گیا۔ کہہ تو رہا تھا فریش ہو کے آتا ہوں۔ ابھی تک نہیں آیا۔" طاہرہ نے سب کو مسکراتے دیکھا تو سکون کا سانس لیا اور احمر کی کمی محسوس کرتے ہوئے وہ بولیں۔ سعد اور فہد دونوں ہی اس کو دیکھنے کے لیے اٹھے۔ ساتھ ہی عمر اور احمد علی بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ تاکہ قصاب کو جا کر گھر لا سکیں ۔ تب ہی عبیرہ نے سعد اور فہد کو روکا تھا۔

"ٹھہرو سعد! میں بھی تمہارے ساتھ چلتی ہوں۔ بھابھی! میں بچوں کو بھی ادھر ہی لے جا رہی ہوں۔ کہیں بکروں کو ذبح ہوتے دیکھ کر بچے سہم نہ جائیں۔" اس نے احمر کے لیے ٹرے تیار کی اور بھابھی کو اطلاع دے کر بچوں ' سعد اور فہد کے ساتھ خالہ جانی کے گھر آ گئی۔

"سعد چاچو! آپ نے پرامس کیا تھا کہ عید پہ آپ ہمارے ساتھ کرکٹ کھیلیں گے تو پھر آج آپ کو اپنا پرامس پورا کرنا پڑے گا۔" بچوں کی ان سے خوب بنتی تھی۔ اسی لیے انہوں نے آتے ہی فرمائش کی وہ لوگ وہیں صحن میں کھیلنے لگے۔ عبیرہ برآمدے کی طرف آئی۔ جہاں احمر سیڑھیوں پہ بیٹھا نجانے کن خیالوں میں گم تھا۔

"احمر! تم ابھی تک ادھر بیٹھے ہو۔ آئے کیوں نہیں؟ چلو! جلدی سے یہ شیر خورما ٹیسٹ کرو اور بتاؤ کیسا بنا ہے۔ ویسے میں نے نہیں بنایا۔ امی نے بنایا ہے۔" اس کا دھیان بٹانے کے لیے وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

"پلیز عبیرہ! ابھی موڈ نہیں۔ اندر رکھ آؤ۔ بعد میں لے لوں گا۔" اس کا انداز بڑا الجھا ہوا سا تھا۔ عبیرہ نے پھر اصرار نہ کیا۔ خاموشی سے ٹرے جا کر کچن میں رکھ آئی اور واپس آ کر اس کے پاس سیڑھیوں پہ بیٹھ گئی۔

"احمر! تم کو دکھ ہو رہا ہے کہ تم رات کو دوستوں کے ساتھ نہیں جا سکے۔ لیکن اس میں اتنا اداس ہونے والی کیا بات ہے۔ تم آج چلے جانا۔ انجوائے کرنے کے لیے تو پوری زندگی پڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ سب خیریت سے ہیں اور مالی نقصان بھی نہیں ہوا۔" اس نے احمر کی اداسی کو اپنے انداز سے جانچا تھا۔ احمر نے پاس بیٹھی اس پرخلوص سی لڑکی کو دیکھا۔ جو معمول سے ہٹ کر آج کافی تیار تھی اور اس کی گندمی رنگت ڈارک میرون کپڑوں میں بہت کھل رہی تھی۔ احمر اس کی بات سن کر ہولے سے مسکرا دیا۔

"عبیرہ! ایک بات تو بتاؤ۔ تم مجھے ایسے کیوں ٹریٹ کرتی ہو جیسے میں کوئی چھوٹا سا بچہ ہوں؟" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"ظاہر ہے جب تم بچوں کی طرح بی ہیو کرو گے تو ہم لوگ بھی تمہیں اسی طرح ٹریٹ کریں گے نا۔" آج احمر کا موڈ اچھا تھا۔ اسی لیے وہ بھی خائف ہوئے بغیر بولی۔

"لیکن عبیرہ! نہ تو میں وہ بات سوچ رہا ہوں جو تم سمجھ رہی ہو اور نہ ہی میں اداس ہوں۔ ہاں! حیران ضرور ہوں اور نادم بھی۔ تم لوگوں کے جانے کے بعد ابھی کچھ دیر پہلے مجھے میرے انہی دوستوں میں سے ایک نے کال کی تھی۔ جن کے ساتھ میرا چاند رات کا پروگرام تھا اور اس نے مجھے جو کچھ بتایا۔ میں شاکڈ رہ گیا۔ پتا ہے وہ کہاں سے بول رہا تھا۔" بات کرتے ہوئے اس نے ایک دم عبیرہ کی طرف دیکھا اور

عبیرہ جو اس کی بات غور سے سن رہی تھی۔ نفی میں سر ہلا کر رہ گئی۔

"وہ تھانے سے بول رہا تھا عبیرہ! وہ تینوں ہی اس وقت تھانے میں بند ہیں۔" عبیرہ کو بھی اس کی بات سن کر دھچکا سا لگا۔

"لیکن کیوں' انہوں نے ایسا کیا کیا کہ عید والے دن وہ تھانے میں ہیں؟"

"وہ بتا رہا تھا کہ انہوں نے رات کو بہت انجوائے کیا۔ میرے فون پر بھی ٹرائی کرتے رہے۔ لیکن میرا فون تو رات کو ان لوگوں نے آف کر دیا تھا۔۔۔۔ تو رابطہ نہ ہو سکا۔ خیر! جب وہ لوگ واپس آ رہے تھے یونہی موج مستی کے موڈ میں تھے۔" تو ان کی گاڑی سے ایک موٹر سائیکل کی ٹکر ہو گئی۔ اس پر دو لوگ سوار تھے۔ ایک شخص اتنا شدید زخمی ہوا ہے کہ اس کے بچنے کی امید کم ہی ہے۔ چاند رات کو لوگوں کی سیکورٹی کے لیے پولیس بھی جگہ جگہ گھوم رہی ہوتی ہے۔ اس لیے اسی وقت دھر لیے گئے۔ حالانکہ ان تینوں ہی کے والد اچھے عہدوں پر فائز ہیں۔ صرف ایک فون کال پہ ہی پولیس نے ان کو چھوڑ دینا تھا' لیکن ان لوگوں کو گھر اطلاع دینے کا موقع ہی نہیں ملا۔ موٹر سائیکل پر موجود دوسرا شخص جو کہ زخمی کا سگا بھائی ہے۔ اس نے میرے دوستوں کے خلاف رپورٹ درج کرا دی۔ اوپر سے عید کی تین چھٹیاں ہیں۔ آگے سنڈے آ رہا ہے۔ کورٹ میں بھی چھٹی ہے۔ ان کے پیرنٹس ان کی ضمانت کے لیے بھی کوئی کارروائی بھی نہیں کر سکتے۔ وہ بہت پریشان تھے۔ عید جیسے خوشی کے موقع پر ان کے گھروں میں بہت پریشانی ہو گی۔ لیکن وہ شخص جو زندگی اور موت کی کشمکش میں اسپتال میں پڑا ہے۔ اس کے گھر والوں پہ کیا بیت رہی ہو گی۔" بات کرتے ہوئے وہ بہت افسردہ لگ رہا تھا۔

عبیرہ اس کی بات سن کر بہت پریشان ہو گئی۔ وہ احمر کی تسلی کے لیے کچھ بھی نہ بول سکی۔ دونوں کے درمیان چند لمحوں کی خاموشی چھا گئی۔

"عبیرہ! میں نے سب کو بہت تنگ کیا ہے نا؟ خاص طور پر امی کو اور تمہیں۔ پیسوں کے نہ ملنے پر تو میں تم سے ناراض بھی ہو گیا تھا۔ میں نے تمہیں ایموشنلی بلیک میل کیا۔ مجھے معلوم ہے نا تم میری ناراضی برداشت نہیں کر سکتیں۔ اور تم میری بات مان لو گی۔ پھر تم نے مان بھی لی۔ صرف میری خوشی کے لیے۔ عبیرہ! میں بہت خود غرض ہوں؟ نا صرف اپنے بارے میں' اپنی خوشی کے بارے میں سوچتا ہوں۔ لیکن یہ میری غلطی ہے۔ میں تو صحیح طرح سے اپنے آپ کو نہ جان سکا۔ رات کو مجھے اندازہ ہوا ہے کہ اپنوں کو تکلیف میں دیکھ کر انسان کو کتنی اذیت پہنچتی ہے۔ رات کو جب میں امی کو روتا ہوا دیکھ رہا تھا تو مجھے دکھ ہو رہا تھا۔ میرا دل کر رہا تھا' میں ان غنڈوں کو شوٹ کر دوں۔ لیکن اب میرا دل چاہ رہا ہے۔ وہ مجھے ملیں اور میں ان کا شکریہ ادا کروں کہ وہ تو میرے اپنوں کو تکلیف سے بچانے کا وسیلہ بنے ہیں۔ ہر کام میں اللہ کی مصلحت ہوتی ہے۔ اس فقرے کے معنی کو میں کبھی پا ہی نہیں سکا۔ لیکن آج مجھے اس بات کی سچائی کا ادراک ہوا ہے۔ سوچو عبیرہ! اگر کل وہ غنڈے ہمارے گھر میں نہ گھستے اور رات ہمارے گھر میں نہ گزارتے تو ظاہر ہے' میں تو دوستوں کے ساتھ چلا جاتا۔ اور پھر ابھی میں بھی ان کے ساتھ جیل میں ہوتا۔ میں کب سے یہی سوچ رہا ہوں کہ اس وقت تم لوگوں کا کیا حال ہوتا۔ امی تو میری ذرا سی تکلیف برداشت نہیں کر سکتیں۔ ان کی کیا حالت ہوتی۔ سعد اور فہد تو رات کو بھی بچوں کی طرح رو رہے تھے۔ وہ کیسے برداشت کرتے؟ اور ابو۔۔۔۔ جنہوں نے ساری زندگی بڑی عزت سے گزاری ہے۔۔۔۔ میری وجہ سے ان کی ساکھ کتنی خراب ہوتی اور میری تو پوچھو مت۔۔۔۔ میرے دوستوں کے والد تو اپنا اثر و رسوخ اور پیسہ لگا کر اپنے بیٹوں کو آزاد کروا لیتے۔ ابو تو ان لوگوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ظاہر ہے سارا ملبہ مجھ پہ ہی گرتا۔ امی صحیح کہتی ہیں۔ مجھے دوستی اپنے ہم پلہ لوگوں سے کرنی چاہیے۔" عبیرہ! تمہیں اندازہ نہیں' ان دنوں میں نے امی سے کتنی بحث کی ہے۔ میں نے پہلے ہی امی کی

بات کیوں نہ مانی؟ میں نے تم کو تنگ کیوں کیا؟ میں سب کچھ حق سمجھ کر کیوں وصول کرتا ہوں؟ میں بہت براہوں نا بہت برا؟"

افسردگی سے بولتے ہوئے اس نے اپنا سر دونوں ہاتھوں پہ گرا لیا۔ اس کو یوں پریشان دیکھ کر عبیرہ بھی دکھی ہو گئی۔

"احمر! تم یہ سوچ کر پریشان ہو رہے ہو کہ اگر ایسا ہو جاتا تو کیا ہوتا۔ لیکن تمہیں پریشان ہونے کی بجائے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ ایسا کچھ نہیں ہوا۔ تم نے بالکل ٹھیک کہا ہے کہ ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت پوشیدہ ہوتی ہے۔ بے شک گزری ہوئی رات ہماری پریشانی کا سبب بنی ہے۔ لیکن ہم بڑی پریشانیوں سے بچ بھی تو گئے ہیں اور تمہیں اس بات کا احساس بھی ہو گیا ہے۔ یہ بڑی بات ہے۔

"اور احمر! یہ ہماری سب سے بڑی غلطی ہوتی ہے جو ہم اپنے تہواروں کو بازاروں' ہوٹلوں اور کلبوں جیسی جگہوں سے منسلک کر دیتے ہیں۔

اگر تہوار سادگی سے اپنی حیثیت کے مطابق گزاریں تو صحیح معنوں میں خوشی کا احساس بھی ملتا ہے اور انسان پر سکون بھی رہتا ہے۔ سب سے بڑھ کر اپنوں کا ساتھ ملتا ہے۔" آخر میں وہ اس کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولی۔

"تو یہی باتیں تم مجھے پہلے بھی تو بتا سکتی تھیں نا؟ کیوں میری بات مانی؟" احمر مصنوعی خفگی سے بولا۔

"آج تو تمہیں خود احساس ہوا ہے تو بولے جا رہی ہوں۔ ورنہ تمہارے پاس مجھے تنگ کرنے کے لیے ایک طریقہ ناراضی ہے نا اور......"

"عبیرہ آپی! پلیز اب ان بچوں کو خود سنبھالیں۔ کیونکہ ہم تو تھک گئے ہیں۔ لیکن ان کا تھکنے کا ابھی کوئی ارادہ نہیں۔" فہد نے آکر اس کو بچوں کی طرف متوجہ کیا تھا اور ان کی بات درمیان میں ہی رہ گئی۔

"احمر چاچو! عبیرہ پھوپھو! آپ آئیں نا ہمارے ساتھ کھیلیں۔" پنکی اپنا پھولا پھولا سا چہرہ لیے بڑے لاڈ سے ان دونوں سے فرمائش کر رہی تھی۔ جس پر وہ دونوں ہی مسکرا دیے۔

"عبیرہ! بچوں کو نئے ڈریس تم نے ہی لے کر دیے ہیں نا؟" احمر نے اٹھتے ہوئے اس سے پوچھا۔ جواب میں عبیرہ نے صرف سر ہلانے پر ہی اکتفا کیا۔

"کیسے؟"

"تم ان باتوں کو چھوڑو۔ بچے ہمارا انتظار کر رہے ہیں۔" اس نے احمر کا دھیان بٹانا چاہا۔

"عبیرہ! میں کچھ پوچھ رہا ہوں۔" احمر وہیں کھڑا بڑی سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔ عبیرہ اسے بے بسی سے دیکھ کر رہ گئی۔

"ایک دوست سے قرض لیا تھا۔ اگلے مہینے واپس کر دوں گی۔" وہ ایسے شرمندہ ہو رہی تھی۔ جیسے غلطی احمر کی نہیں اسی کی ہو۔ اس کی بات سن کر احمر پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔

"سوری عبیرہ! میں نے تمہیں ہرٹ کیا.... تمہیں مشکل میں ڈالا۔ لیکن افسوس اس بات پر ہو رہا ہے کہ اب اس احساس کا کوئی فائدہ ہی نہیں۔ تم میں اور مجھ میں یہی تو فرق ہے۔ میں صرف اپنے لیے سوچتا ہوں اور تم سب کے لیے سوچتی ہو۔ تم یہ رکھو.... عید کے بعد اپنی دوست کو اس کی رقم لوٹا دینا۔" احمر نے وہی والٹ اس کی طرف بڑھایا۔ اور اس کو یوں شرمندہ دیکھ کر عبیرہ کو بالکل بھی اچھا نہیں لگا۔

"احمر! پلیز اب اتنا بھی منہ لٹکانے کی ضرورت نہیں۔ چلو جلدی سے بچوں کے ساتھ کھیلو۔ پھر قربانی ہو جائے گی تو سب میں گوشت بانٹیں گے۔ ساتھ ساتھ اس زخمی کے اور تمہارے دوستوں کے لیے دعا کریں گے اور اپنی خوشیوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر بھی ادا کریں گے۔" آنکھوں میں جگنوؤں کی سی چمک لیے وہ سادہ دل سی مخلص لڑکی احمر کو دنیا کی سب سے بڑی نعمت لگی تھی۔